THE ALHAKAM.

ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم

الحکم

چھپا دستِ ہمت میں زورِ قضا ہے
مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے

شرح قیمت
معاونین الحکم ۔ ۔ ۔ ۔
مربیان ۔ ۔ ۔ ۔
عام قیمت ۔ ۔ ۔ ۔
ہر صورت میں پیشگی وصول ہوگی

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد

ایڈیٹر و مالک شیخ یعقوب علی تراب احمدی (عرفانی)

جلد ۲۵	قادیان دار الامان مورخہ ۱۴ و ۲۱ دسمبر ۱۹۲۱ء	سلسلۃ الجدید	نمبر ۴۷ و ۴۸

دار الامان کی خبریں

۱۔ جلسہ پر احباب کی آمد شروع ہو گئی ہے۔ شب درمیان ۲۱ و ۲۲ دسمبر کو بارش ہوئی ۔

۲۔ عزیز عبد اللہ ناصر (شیخ یعقوب علی صاحب کا دس سالہ بیٹا) ۲۰ دسمبر مدرسہ سے پڑھ کر جب آیا تو اپنے مکانات کے شرقی جانب قضاء وحاجت کے لئے گیا۔ قریب ہی ڈھاب ہے۔ وہاں آبدست لینے لگا۔ پاؤں پھسلا اور پانی میں گر گیا۔ گرنے کے پندرہ بیس منٹ بعد اطلاع ہوئی۔ اسی وقت تلاش شروع ہو گئی۔ مگر باوجود کئی مرتبہ غوطہ زنی کے عزیز مرحوم کا وجود آدھ گھنٹہ کے بعد میاں عبد اللہ حجام کے دو لڑکوں کے ذریعے ملا۔ باہر نکالنے میں دو تین گھنٹہ تک سانس (بقیہ صفحہ ۲)

پروگرام جلسہ سالانہ
جماعت احمدیہ قادیان بابت ۱۹۲۱ء

پہلا دن ۲۶ دسمبر ۱۹۲۱ء (سوموار)

پہلا اجلاس

تلاوت قرآن مجید و نظم ۹ بجے سے ۱۰ بجے تک

خس انگستان اور اس کا کام (چودہری فتح محمد صاحب۔ ایم اے) ۱۰ بجے سے ۱۱ بجے تک

رپورٹ صدر انجمن احمدیہ۔ قادیان ۱۱ بجے سے ۱۲ بجکر ۱۵ منٹ تک

(انوار احمدیہ پریس قادیان باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی پرنٹر و پبلشر کے شائع ہوا)

رپورٹ نظارت امور عامہ } ۱۱-۳۵ منٹ سے ۱۲ بجے تک

اسلام اور اخلاق فاضلہ (مولوی سید سرور شاہ صاحب) } ۱۲ سے ۱ بجے تک

نماز ظہر و عصر ۱ بجے سے ۲ بجے تک

دوسرا اجلاس

تلاوت قرآن مجید و نظم ۲ بجے سے ۲-۳۰ منٹ بجے تک

رپورٹ نظارت تعلیم و تربیت } ۲-۳۰ منٹ بجے سے ۲-۵۵ منٹ تک

سیرت مسیح موعودؑ (حافظ روشن علی صاحب) } ۲-۵۵ سے ۴ بجے تک

دوسرا دن ۲۷ دسمبر ۱۹۲۱ء (منگل)

پہلا اجلاس

تلاوت قرآن مجید و نظم ۹ سے ۱۰ تک

کیا حضرت مسیح موعود کو اپنے دعوے سے پہلے الہام ہوا (شیخ عبدالرحمن صاحب مصری) } ۱۰ بجے سے ۱۱-۳۰ منٹ تک

رپورٹ نظارت تالیف و اشاعت } ۱۱-۳۰ منٹ سے ۱۲ تک

پیشگوئیوں اور حضرت اقدس کے دیگر الہامات پر نئے اعتراضات کے جواب (حکیم خلیل احمد صاحب) } ۱۲ سے ۱ بجے تک

نماز ظہر و عصر ۱ بجے سے ۲ بجے تک

دوسرا اجلاس

تلاوت و نظم ۲ بجے سے ۲-۳۰ منٹ بجے تک

تقریر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ } ۲-۳۰ منٹ بجے شروع ہو گی

تیسرا دن ۲۸ دسمبر ۱۹۲۱ء (بدھوار)

پہلا اجلاس

تلاوت و نظم ۹-۳۰ سے ۱۰ بجے تک

نبوت پر محمد علی مونگیری کے اعتراضات کے جواب (مولوی غلام رسول صاحب راجیکی) } ۱۰ بجے سے ۱۱ بجے تک

رپورٹ نظارت بیت المال و اپیل } ۱۱ بجے سے ۱ بجے تک

نماز ظہر و عصر ۱ بجے سے ۲ بجے تک

دوسرا اجلاس

تلاوت ۲ بجے سے ۲-۱۵ منٹ تک

تقریر حضرت اقدس ایدہ اللہ } ۲-۱۵ منٹ سے شروع ہو گی

چوتھا دن ۲۹ دسمبر ۱۹۲۱ء (جمعرات)

تلاوت و نظم ۹-۳۰ منٹ سے ۱۰ بجے تک

عیسائیت اور ہمارے اعتراضات (چوہدری ظفر اللہ خان صاحب) } ۱۰ بجے سے ۱۱ بجے تک

خاکسار۔ ناظر تالیف و اشاعت قادیان

(بقیہ صفحہ ۱ ہشتم)

چلانے کی کوشش کی گئی۔ مگر عزیز کے لئے جدا ہو چکا تھا۔ اس ناگہانی صدمہ پر اللہ تعالےٰ صبر جمیل عطا فرماوے۔ اللھم اجعلہ لنا اجراً و ذخراً۔

وجود کی تلاش کے وقت حضرت صاحبزادگان والاتبار۔ اور ناظران سلسلہ احمدیہ و دیگر احباب موجود تھے۔ شیخ ابراہیم علی صاحب امرتسر تھے خاص تانگہ بھیجا گیا۔ مگر بعد از دفن ہی پہنچے۔

(الحکم)

الحکم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قادیان دار الامان مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۲۱ء

حضرت خلیفۃ المسیح کا ایک ضروری اعلان

جلسہ پر آنیوالے احباب کیلئے

برادران جماعت احمدیہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
میں اس چٹھی کے ذریعے سے آپ لوگوں کو ایک ضروری امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں۔ کہ آپ لوگ خود بھی اس کے مضمون کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے اور دوسرے احباب کو بھی اس کے مضمون پر آگاہ کرینگے۔

آپ لوگ جانتے ہیں۔ کہ ہمارا سلسلہ ایک روحانی سلسلہ ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے اسے دنیا کی آئندہ اصلاح کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور یہ دوسری انجمنوں کی طرح کوئی انجمن نہیں ہے۔ پس اس میں شامل ہونے والے کسی انجمن کے ممبر نہیں۔ بلکہ وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک قیمتی امانت کے امانت دار ہیں۔ پس ضروری ہے۔ کہ اس سلسلہ میں شامل ہونے والے احباب اس بات کو ہمیشہ مدنظر رکھیں۔ اور اپنے کسی قول میں اس کو نظر انداز نہ کریں۔ مگر مجھے افسوس ہے۔ کہ بعض لوگ اس امر کو پوری طرح نہیں سمجھتے۔ اور دنیا کی رو میں بہ جاتے ہیں۔ اور اپنے مقصد کو بھول جاتے ہیں۔ چنانچہ میرے پاس شکایت پہنچی ہے۔ کہ ہمارے سالانہ جلسہ کے اجتماع کے وقت جو ایک مذہبی جلسہ ہوتا ہے۔ اور جس کی غرض ایمان اور روحانیت کی ترقی اور دین کی خدمت کے وسائل پر غور کرنا ہے۔ بہت سے لوگ اس غرض کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اور اس وقت ایسے ہی طریق کو اختیار کرتے ہیں۔ کہ جو عام طور پر جہان میں میلوں وغیرہ کے موقعوں پر مروج ہے۔ یعنی وہ اپنے اوقات کو بجائے عبادتوں اور مجاہدوں میں لگانے کے اور دین کی باتوں کے سننے کے ادھر ادھر پھرنے اور کھانے اور پینے میں صرف کر دیتے ہیں۔ اور اس طرح ان کا قادیان آنا ایک میلہ میں شامل ہونے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

اگر یہ سچ ہے۔ اور مجھے اپنی تحقیق کی بنا پر افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ بعض لوگوں کی نسبت یہ امر بالکل سچ ہے۔ تو کیسے افسوس کی بات ہے۔ اگر ہمارا جلسہ بھی آہستہ آہستہ دوسرے عرسوں کی شکل اختیار کرے۔ تو پھر ہم کیا اُمید کر سکتے ہیں۔ کہ اسلام کا جھنڈا ہمارے ہاتھوں سے دنیا میں گاڑا جاوے گا۔ یا کہ ہم وصال اللہ کا مقام حاصل کر لینگے اسمیں کوئی شک نہیں۔ کہ لوگ میرے لیکچروں کے وقت یا نظموں کے وقت اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ مگر جو لوگ دوسرے وقتوں میں اپنے اوقات کو ادھر ادھر ضائع کر دیتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں۔ کہ ہر بدی پہلے ایک بیج کی طرح ہوتی ہے۔ اور پھر ترقی کر کے درخت بن جاتی ہے۔ اگر وہ توبہ نہیں کریں گے۔ تو خطرہ ہے۔ کہ پھر وہ خلیفۂ وقت کے کلمات کے سننے سے بھی محروم رہ جائیں گے۔

اسی طرح میں نے سنا ہے۔ کہ بعض لوگ بجائے خدمت دین میں حصہ لینے کے اپنا روپیہ کھانے پینے

کی چیزوں اور تحفہ تحائف خریدنے پر لگا دیتے ہیں۔ گویہ باتیں اپنی ذات میں منع نہیں ہیں۔ لیکن جلسہ کو ان باتوں کا موقع ہرگز نہیں بنانا چاہیئے۔ ورنہ آیندہ آپ کے بچوں کے ذہن میں جلسہ میلہ کی حیثیت اختیار کرے گا۔ جیسا کہ آج کل عام مسلمانوں میں عید ایک میلہ بن گئی ہے۔ اگر اپنے بچوں کو آپ اس وقت ایک میلہ کی شکل میں جلسہ دکھائیں گے۔ یا واپس جا کر ان پر ایسا اثر ڈالینگے۔ کہ وہ اسے ایک میلہ سمجھ لیں۔ تو بڑے ہو کر میلہ سے زیادہ ان کے دل میں جلسہ کی عظمت نہ ہو گی۔ اور وہ چیز جس کے لئے آپ نے اپنی جان اور مال قربان کر دیئے ہیں۔ خود آپ کی اولاد ہی کے ہاتھ سے تباہ اور برباد ہو جائیگی۔ العیاذ باللہ ؂

پس میں اپنے احباب کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ قادیان آنے سے پہلے اس امر کو سوچ لیں۔ کہ جلسہ پر جانے کی کیا ذمہ واریاں ہیں۔ اور جو احباب آویں۔ وہ اپنے اوقات کو وعظ و نصیحت کی باتوں کے سننے میں خرچ کریں اور اپنے اموال کو بھی خدمت دین میں لگانے کی کوشش کریں۔ اور اس خدائی کام کو ایک میلہ کی شکل میں تبدیل نہ کریں۔ میں نے اس دفعہ منتظمین کو بھی ہدایت کر دی ہے۔ کہ نئی دوکانیں نکالنے کی اجازت نہ دیں۔ تا کہ کمزور طبع انسانوں پر دوکانوں کا نظارہ دیکھ کر ہی بد اثر نہ پڑے۔ ہاں یہ انتظام کروا دیا گیا ہے۔ کہ شہر کے اندر اور دارالعلوم میں ایک ایک دکان دودھ چائے وغیرہ کی موجود ہو تا کہ ضرورت کے وقت کسی کو کوئی تکلیف نہ ہو ؂

آخر میں ایک اور بات کی طرف بھی احباب کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ چونکہ عورتوں کے جلسہ گاہ کیلئے ہم کوئی مناسب جگہ ابھی تک تجویز نہیں کر سکے۔ اور دیکھا گیا ہے کہ مسجد نہ تو جلسہ کے لئے مناسب ہوتی ہے اور نہ کافی ہوتی ہے۔ اس لئے اگر قریب کے علاقوں کے احباب عورتوں کو اس امر پر راضی کر لیں۔ کہ وہ اس دفعہ جلسہ پر نہ آویں۔ اور یہ جا کر جلسہ کے حالات ان کو سنا دیں۔ تو مناسب ہو گا۔ جو خرچ اس طرح بچ جاوے۔ وہ اس کو اشاعت اسلام میں خرچ کر کے اس وقت کی مالی مشکلات میں بھی مددگار ہو سکتے ہیں۔ مگر میں اس امر کو بطور حکم کے بیان نہیں کرتا کیونکہ عورتوں کا بھی حق ہے۔ کہ وہ دین کی باتیں سنیں اور نہ میں دور کے احباب کو یہ مشورہ دیتا ہوں۔ کیونکہ ان کے لئے سال میں یہی ایک موقعہ آنے کا ہوتا ہے ؂

آخر میں میں احباب کو اس امر کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں۔ کہ ان کو چاہیئے۔ کہ جہاں تک ہو سکے۔ جلسہ پر آنے کی کوشش کریں۔ اور دوسروں کو بھی تحریک کریں۔ تا کہ ان کے ایمانوں کو تازگی اور یقین میں زیادتی حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو ؂

خاکسار مرزا محمود احمد

نوٹ :۔ تمام پریزیڈنٹوں اور سکرٹریوں اور دوسرے احباب کو چاہیئے۔ کہ جہاں جہاں یہ اشتہار جماعت میں سنا دیں۔ اور اس کے مضمون کو دوسروں تک پہنچانے اور اس کی حقیقت پر ان کو آگاہ کرنے کی کوشش کریں ؂

مرزا محمود احمد

غیر احمدیوں کا جلسہ

گذشتہ ایام میں جو جلسہ غیر احمدیوں نے دارالامان میں کیا تھا۔ اس کے نوشت کندہ حالات الفضل نے شائع کر دیا تھا۔ الفقیہ ۵ دسمبر میں اس جلسہ کی

نسبت کچھ حالات شایع ہوتے ہیں چند اقتباسات بغرض آ دیئے جاتے ہیں ۔ (ایڈیٹر)

دیوبندیوں کی نالائقی

دیوبندی علما تو درحقیقت طرز تقریر اور مناظرہ میں مہارت نہیں رکھتے ہیں ۔ اس لئے ان کی تقریریں بالکل ردی تھیں ۔ ایک دیوبندی مولوی نے (جن کا نام تو مولوی صاحب نے مجھے بتایا تھا ۔ لیکن یاد نہیں رہا) توفی کے معنے ایسے بیہودہ طرز میں بیان کئے ۔ کہ کہ مرزائیوں کے حق میں مفید پہلو نکالتے تھے مولوی صاحب نے اس موقعہ انہیں مقرر صاحب کے لب و لہجہ میں انہیں کے طرح سرہلا کر اصل الفاظ اُن کے نقل کئے ۔ افسوس کہ مجھے یاد نہیں آتے ۔

ایک دیوبندی مولوی کی تقریر کا ذکر کرتے ہوئے کہا ۔ کہ ان کی تقریر ایسی نکمی تھی ۔ کہ لوگ سننا نہیں چاہتے تھے ۔ تین دفعہ مولوی نور احمد صاحب کو کھڑے ہو کر لوگوں سے التجا کرنی پڑی ۔ کہ خدا کے واسطے سنو ۔ اگر تمہاری سمجھ میں تقریر نہیں آتی ۔ تو تبرک سمجھ کر سنو ۔''

ثناءاللہ کا قسم کھانے سے گریز

''ثناءاللہ تو قسم کھانے سے ہچکچاتا تھا ۔ مگر مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے دیکھا ۔ کہ عزت نہیں رہتی ۔ اس لئے انہوں نے دخل دیدیا ۔ اور کہا کہ میں قسم کھاتا ہوں ۔ مگر اس بات کا فیصلہ پہلے ہونا چاہیئے ۔ کہ جو آفت نازل ہوگی وہ کیا ہوگی ۔ لیکن ہمیں یا ہمارے کسی عزیز کو زکام ہو جاوے ۔ تو تم کہدو گے کہ آفت آگئی ۔ اور جھوٹی قسم کا بدلہ مل گیا مرزائیوں نے اس پر کہدیا ۔ کہ دو سو روپیہ صرف ثناءاللہ کے لئے ہے ۔ اگر تم قسم کھاوگے تو تمہارے لئے صرف [illegible] روپے انعام ہونگے ۔ اور بقیہ مولویوں میں سے اگر کوئی قسم کھاوے تو صرف پانچ روپیہ انعام ۔

اس پر ثناءاللہ بادل ناخواستہ قسم کھانے کے لئے تیار ہوا ۔ اور کہا کہ میں بھی قسم کھاتا ہوں ۔ مگر مرزائیوں نے کہا ۔ کہ ہماری شرطوں کے مطابق قسم کھاؤ ۔ اس طرح ہم نے قسم کھانے کا مطالبہ ہی کب گیا ہے ۔''

غیر احمدی علماء مطالبات احمدیہ کا جواب نہیں دے سکے

''آپ کہتے ہیں ۔ کہ جلسہ ہی میں ہم نے تمام اشتہارات کا جواب دیا اور مرزائیوں کی تسلی کردی بہت اچھا مبارک خدا کرے کہ ٹھیک ہی ہو ۔ مگر ایک کمی اور کوتاہی آپ سے اور ثناءاللہ سے ضرور ہوگئی ۔ وہ یہ کہ اشتہارات کا جواب آپنے اپنے اخباروں میں ضرور لکھنا تھا ۔ کیونکہ مرزائیوں نے اشتہارات اپنے اخباروں کے ذریعہ سے لوگوں تک پہنچائے ۔ کیا آپ دونوں نے ایسا کیا ۔ اگر کیا تو مبارک مجھے بھی پتہ دیں ۔ کہ کس کس نمبر کے پرچوں میں ایسے جوابات ہیں ۔ خصوصاً اس اشتہار کا جواب جس میں مرزائیوں نے حیات عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق چالیس یا قریباً چالیس سوالات کئے ہیں ۔ تاکہ میں آپ سے وہ پرچے قیمتاً منگوا کر آپ کے قیمتی جوابات کا ملاحظہ کروں ۔ اور اگر اخبارات میں جواب نہیں چھپا ۔ تو سخت افسوس ہم کس منہ سے کہہ سکتے ہیں ۔ کہ دیوبندیوں نے جوابات دے دیئے ۔ اگر اب تک یہ فروگذاشت رہ گئی ہے ۔ تو آپ کا اور ثناءاللہ کا فرض ہے ۔ کہ وہ جوابات لکھکر بذریعہ اخبارات شائع کریں ۔ تاکہ مرزائیوں کا منہ بند ہو ۔ کیونکہ وہ بغلیں بجاتے ہیں ۔ کہ جواب کسی نے نہیں دیا ۔''

الفقیہ امرتسر

اطلاع :۔ معزز خریداران الحکم وی پی وصول کرنے کے لئے تیار رہیں ۔ منیجر

ابطال کفارہ و اثبات توبہ از روئے بائبل

نمبر ۲

(مرقومہ عبد الحی - متنبق - حیدر آبادی)

پہلے نمبر کے پرچہ میں کفارہ کی تردید کما حقہٗ کر دی گئی۔ تاہم وضاحت کے ساتھ لکھتا ہوا مسیح کے اس قتل بالصلیب کے مسئلہ کو ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں۔ جو کہ مسیحوں کے نجات کا بنیادی پتھر ہے اس من گھڑت تجویز انسانی یعنی مسئلہ کفارہ کا ابطال اعمال حسنہ مندرجہ بائبل سے ہو جاتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اے خداوند کہ تو ہر شخص کو اسکے عمل کے مطابق بدلہ دیتا ہے زبور ۶۲ : ۱۲ و نیز عہد خداوند میں لکھا ہے۔ اس وقت ہر ایک کو اس کے اعمال کے موافق بدلہ دے گا۔ متی ۱۶ : ۲۷ پولوس لکھتے ہیں۔ ہر ایک کو اس کے کاموں کے موافق بدلہ دے گا۔ ہر ایک آدمی کی جان جو بُرائی کرتا ہے۔ رنج و عذاب میں پڑیگی۔ پہلے یہودی کی پھر یونانی کی اور ہر ایک کو جو بھلائی کرتا ہے۔ بزرگی اور عزت اور سلامتی ملی گی پہلے یہود کو پھر یونانی کو کیونکہ خدا کے حضور کسی کی طرفداری نہیں ہوتی رومیون ۲ : ۶ پولوس نے اپنے اس قول سے اپنے دوسرے قول رومیون ۳ : ۲۸ کی تردید کر دی۔ اور فیصلہ ہی کر دیا۔ کہ نجات اعمال سے ہو گی اور دوزخ بد اعمال سے اور اعمال سے نیک و بد کر نیوالا خواہ یہودی ہو اور کسی قوم کا وہ اپنے نیک اعمال سے بچ سکتا ہے اور بد اعمالی سے گرفتار ہو گا۔ گویا عیسائی ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔ نیز خیال کفارہ ہوا ہو گیا اور کتاب مکاشفات میں لکھا ہے۔ کہ پھر میں نے چھوٹے بڑے سب مُردوں کو اس کے تخت کے سامنے کھڑے ہوئے دیکھا اور کتابیں کھولی گئیں۔ پھر ایک اور کتاب کھولی گئی یعنی کتاب حیات۔ اور جس طرح ان کتابوں میں لکھا ہوا تھا ان کے اعمال کے مطابق مُردوں کا انصاف کیا گیا ہے۔ مکاشفہ ۲۰ : ۱۲ پہلا سموئیل میں مذکور ہے۔ کیونکہ خداوند دانش کا خدا ہے۔ اور اعمال اس کے آگے تولے جاتے ہیں۔ پہلا سموئیل ۲ : ۳ کیوں مسیحی صاحبان جب جزا و سزا کا ہونا ہر ایک آدمی کے لئے نیک و بد اعمال کے مطابق ٹھہرا تو پھر مسیح کا فرضی کفارہ بالکل ناکارہ ہو گیا۔ اگر نجات کا دار مدار مکاشفہ ۲۰ : ۱۲ اور متی ۱۶ : ۲۷ اعمال حسنہ پر بیان کیا گیا ہے تو کفارہ لغو ہوا۔ اور اگر نجات کفارے پر موقوف ہے۔ تو اعمال صالحہ کا معاوضہ دینا اور اعمال کا وزن کرانا سراسر فعل عبث ہو جائیگا۔ پولوس کے وہم و خیال نے مسیحوں کو غلطی میں ڈالا باوجودیکہ نہ وہ خدا کا نبی تھا۔ اور نہ خدا کا رسول اور نہ مسیح علیہ السلام کا حواری۔ جب کہ وہ حواریوں کی قول کی تردید کرتا ہے۔ اور کبھی خود بھی اپنے قول کی تردید کر دیتا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا ہوں۔ پھر ایسی بات کا اعتبار کیا ہے۔ از روئے عقائد مسیحی صاحبان کو مسیحی نجات نہیں پا سکتا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ از روئے اناجیل عیسائی تو کیا بلکہ مسیح بھی نجات یافتہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ پولوس لکھتے ہیں۔ کہ مسیح نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنتی ہُوا۔ کیونکہ لکھا ہے۔ جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا سو لعنتی ہے گلیتون ۳ : ۱۳ ناظرین قوم یہود اس لعنت کا موجب یسوع کا انسان ہو کر خدائی کا دعوے کرنا۔ اور اس کفر کے باعث صلیب پر مارا جانا مانتے ہیں۔ اور مسیحوں کا یہ خیال ہے۔ کہ یسوع نے ہمارے گناہ اپنے سر پر لئے اور وہ ہمارے گناہوں

کی خاطر فدیہ ہوا۔ اور یہ فدیہ کفارہ صلیبی لعنتی موت کا باعث ہے۔ چونکہ لفظ لعنت کا یہود اور عیسائیوں نے بالاتفاق یسوع کے حق میں استعمال کیا ہے اور خصوصاً عیسائیوں نے بڑی خوشی اور فخر سے لفظ لعنت کا یسوع مسیح کے حق میں تسلیم کیا ہے۔ لہذا یہاں پر لعنت کا مفہوم از روئے لغت بیان کر دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا لسان العرب یہ لغت عربی کی اعلےٰ درجہ کی ہے۔ نیز اقرب الموارد یہ لغت مسیحی علماء کے تالیف سے ہے مقام بیروت میں چھپی ہے۔ اور ایسا ہی دیگر کتب کی کتابوں میں لفظ لعنت کے معنی لکھے ہیں۔ ان کتابوں کے رو سے ملعون ایسے شخص کو کہتے ہیں۔ جو ہر ایک تخفی خیر و خوبی اور ہر قسم کی ذاتی صلاحیت اور خدا کی رحمت اور اس کی معرفت سے بالکل بے بہرہ اور بے نصیب ہو جائے۔ اور عذاب دائمی کا وارث ہو جائے معاذ اللہ اگر بقول یہود و نصاریٰ مسیح پر لفظ لعنت کا وارد ہونا تسلیم کیا جائے۔ خواہ یہود کے خیال کے بموجب یا مسیحوں کے گناہوں کا کفارہ ہونے کی وجہ سے۔ مگر بہر صورت لعنت کے وارد ہونے سے لعنتی شخص کا خدا کی ذات پاک سے قطع تعلق ہو جانا ہے۔ لعنت کے باعث یسوع کا صلیبی موت کے بعد دوزخ میں جانا مسیحوں کے بڑے لائق فائق بزرگ پادری فنڈر صاحب اپنی کتاب حل الاشکال مطبوعہ ۱۸۶۲ء کے صفحہ ۲۰ اسطر میں تسلیم کر کے فرماتے ہیں۔ کہ یہ سچ ہے۔ کہ مسیح موت کے بعد جہنم میں گیا۔ اور تیسرے دن قیام و عروج کیا۔ مگر اس جگہ جہنم سے مراد ہادس ہے نہ اصل جہنم۔ اور ہادس وہ جگہ ہے۔ جو اصل جہنم اور آسمان کے بیچ ہے دیکھئے پادری فنڈر صاحب نے مان لیا۔ کہ مسیح بعد موت کے جہنم میں گیا۔ گرچہ اعتراض دفعہ کرنے کیلئے اپنے خیال سے بجائے جہنم کے ہادس کا لفظ گھڑ کر

بول اٹھے۔ کہ ہادس وہ جگہ ہے۔ جو کہ اصل جہنم اور آسمان کے درمیان ہے۔ مگر اس من گھڑت اور بیجا تاویل بعیدہ کے تردید انہیں کے بھائی بند علماء مسیحی رد کرتے ہیں۔ چنانچہ پادری جی ایل ٹھاکر داس اپنے رسالہ (آئیندہ زندگی) مطبوعہ لودھیانہ ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۵۰ سطر ۱۹ میں لکھتے ہیں۔ یاد رہے۔ کہ اس موت کے بعد روح آسمان میں جاتی ہے۔ یا دوزخ میں اور کسی جگہ نہیں۔ پس از روئے کلام اللہ بعد از مرگ روح کے لئے دو ہی مقام جانے کے ثابت ہوتے ہیں یعنی آسمان یا دوزخ۔ لہذا پادری فنڈر صاحب کے اس قول کی تصدیق کہ مسیح بعد موت جہنم میں گیا پطرس (مسیح کا خواص حواری) بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ اپنے خط اول میں فرماتے ہیں۔ اس لئے کہ مسیح نے بھی یعنی راستباز نے ناراستوں کے لئے گناہوں کے باعث ایک بار دکھ اٹھایا تاکہ ہم کو خدا کے پاس پہونچائے۔ وہ جسم کے اعتبار سے تو مارا گیا۔ لیکن روح کے اعتبار سے وہ زندہ کیا گیا۔ پطرس ۳/۱۸ اس میں اس نے جا کر ان قیدی روحوں میں منادی کی۔ کیوں مسیحی صاحبان آپ کے گناہوں کی خاطر خداوند مسیح کا دکھ اٹھانا اور لعنت کے تحت میں آنا اور قیدی روحوں کے پاس الٰہی قید خانہ میں جانا جہاں وہ خدا کی نافرمانی کی وجہ سے عذاب پا رہی تھیں۔ حقیقتہً اس جائے عذاب کا نام ہے۔ تو جہنم ہی ۔ جہاں مسیح کا جانا بقول پطرس ظاہر ہوا۔ یہ وہی قید خانہ ہے۔ جس کا ذکر مکاشفہ ۱۹ تا ۲۱ میں بیان کیا گیا ہے۔

پادری صاحبان۔ یہ بیان کیا کرتے ہیں۔ کہ مسیح منادی کرنے کے لئے جہنم میں گیا تھا۔ جیسا کہ قیدیوں کو وعظ سنانے کے لئے جایا کرتے ہیں۔ پس مسیح کا خدائی جیلخانہ یعنی دوزخ میں جانا صرف منادی

کرنے کے واسطے تھا۔ نہ عذاب پانے کے لئے ❊

جواب۔ مسیحی خود تسلیم کرتے ہیں۔ کہ مسیح ہمارے گناہوں کا فدیہ ہوا۔ اور ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔ وہ ہمارے عوض لعنتی ہوا۔ جس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ دائمی عذاب کا وارث اور خدا کی قربت و رحمت اور معرفت سے بکلی محروم ہے۔ کیا ایسا ہی شخص واعظ یا حاکم ہو کر نصیحت یا منادی کرنے کو جیلخانہ میں جاتا ہے۔ ہرگز ہرگز نہیں ❊

اب امید ہے۔ کہ مسیحی صاحبان کے سمجھ میں یہ امر آجائے گا کہ لعنت اپنے ساتھ ایک خطرناک مفہوم رکھتی ہے۔ جو حضرت مسیح علیہ السلام پر کسی طرح صادق نہیں آسکتا۔ لہذا مسئلہ کفارہ باطل ہوا ❊

حضرات! حضرت عیسےٰ بن مریم علیہ السلام جو کہ مسلمانوں کے اولوالعزم نبی اور خدا کے برگزیدہ رسول ہیں۔ مسیحی صاحبان نے کہا۔ کہ ہمارے گناہوں کے باعث وہ ملعون ہوا۔ یہ کہہ کر لاکھوں مسلمانوں کے دل کو دکھایا۔ پر وہ اسی کو نجات کا وسیلہ ٹھہراتے ہیں ❊

کاش کہ مسیحی صاحبان مسیح کے کفارہ کا خیال ترک کرکے توبہ کی طرف رجوع ہوں۔ تو عجب نہیں کہ نجات کے صحیح طریقے کو آسانی سے حاصل کرلیں۔ چنانچہ توبہ کی تعلیم انجیل میں کہیں صراحتاً۔ جیسا کہ پہلے نمبر کے پرچہ میں بیان کیا ہے۔ اور کہیں کنایۃً موجود ہے۔ یوحنا بپتسمہ دینے والا کہتا ہے۔ کہ توبہ کرو۔ کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے متی ۳/۲ نیز پولوس فرماتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے قصور معاف کرو۔ جیسے خداوند نے تمہارے قصور معاف کئے۔ ویسے ہی تم بھی معاف کرو۔ کلسیون ۳/۱۳۔ اور ایک دوسری جگہ پولوس بیان کرتا ہے۔ یا تو اس کی مہربانی اور تحمل اور صبر کی دولت کو ناچیز جانتا ہے۔ اور نہیں سمجھتا۔ کہ خدا کی مہربانی تجھ کو توبہ کی طرف مائل کرتی ہے۔ بلکہ تو اپنی سختی اور غیر تائب دل کے مطابق اس قہر کے دن کے لئے اپنے واسطے غضب کما رہا ہے۔ جس میں خدا کی سچی عدالت ظاہر ہوگی۔ رومیوں ۲/۴تا۵

مذکورہ بالا حوالجات سے ثابت ہوا۔ کہ سچی توبہ سے قصور اور گناہ معاف ہو جایا کرتے ہیں۔ لہذا سچی توبہ ہی ایک ایسی چیز ہے۔ کہ انسان کے دل کو گناہوں سے پاک وصاف کر دیتی ہے۔ فتوبوا الی اللّٰہ وھو التواب الرحیم ❊

الغرض مسیحی مذہب کا دارومدار اور نجات کا ذریعہ مسئلہ فدیہ و کفارہ نجات کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کوئی . . . لعنتی موت کے کفارہ سے نجات ابدی حاصل کر سکتا ہے۔ لہذا مسیحیت کا شہتیر ٹوٹ گیا۔ اور مفت کی نجات کا ستون یعنی مسیحوں کا فرضی کفارہ از روئے بائبل منہدم و باطل ہو گیا ❊

عبدالحی بہتیق۔ حیدرآبادی۔ قادیان

مولوی محمد علی صاحب اور آنحضرت صلعم کا کمال

منکرین نبوت بعد آنحضرت صلعم سے ہمارا سوال ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے دعا اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔

کھولا گیا اور پھر منعم علیہم کی تفسیر یہ فرمائی۔ کہ من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین کہ وہ گروہ نبی۔ صدیق۔ شہداء۔ صالح ہے۔ صاف ظاہر کردیا ہے۔ کہ آپ کے بعد بھی سلسلہ نبوۃ بند نہیں ہوا۔ بلکہ جاری ہے۔ گویا یوں سمجھنا چاہیئے کہ ایک سکول ہے۔ اس میں چار جماعتوں کا کورس رکھا گیا ہے اور طلباء کو کہا جاتا ہے۔ کہ تم ان چار جماعتوں میں سے جس کی استعداد رکھتے ہو۔ اس میں داخل ہو سکتے ہو۔ اب صاف ظاہر ہے۔ کہ چوتھی جماعت کا کورس رکھنا۔ اور پھر طلباء کو اس میں داخل ہونے کی ترغیب بھی دینا صاف دلالت کرتا ہے۔ اس بات پر کہ چوتھی جماعت میں بھی داخل ہو جانے کا کم از کم امکان ضرور ہے۔ ورنہ اس کا کورس رکھنے کے کیا معنے۔ پس بعینہٖ یہی معاملہ ہمارے سامنے ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیر نگرانی خدا تعالےٰ نے ایک (اسلامی) سکول کھولا ہے۔ اور اس میں چار درجے یعنی۔ نبوت۔ صدیقیت۔ شہادت۔ صالحیت رکھے ہیں۔ اب جب کہ چوتھے درجے یعنی نبوت کو کوئی حاصل ہی نہیں کر سکتا تھا۔ تو اس کو رکھا ہی کیوں گیا۔ کیا یہ ممکن ہے۔ کہ کسی کالج میں ایم۔ اے کا کورس تو رکھ دیا جاوے۔ مگر کوئی داخل ہونا چاہے۔ تو اس کو داخل نہ کیا جائے۔ پس جب محمد رسول اللہ کی اطاعت کے سکول میں آپ کے شاگردوں کے لئے چوتھا درجہ یعنی نبوت بھی رکھا گیا ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ اس درجہ کو جو کہ سب درجوں سے افضل ہے۔ کوئی حاصل نہیں کر سکتا۔ اور اگر یہی عقیدہ رکھا جاوے۔ کہ آپ کے تمام شاگردوں میں سے کوئی شاگرد بھی ایسا نہیں جو کہ آپ کے کمال نبوت کو حاصل کر سکے۔ تو اس سے آنحضرت صلعم کی ہتک لازم آتی ہے کیونکہ معلم جو اپنے معلم کا سا علم حاصل نہیں کر سکتا۔ اور اس کے

تمام علم کو من کل الوجوہ اخذ نہیں کر سکتا۔ تو اس کی وجہ تین صورتوں میں سے ایک صورت کو ضرور قرار دینی پڑیگی۔ اوّل یہ کہ معلم میں ہی نقص ہے۔ کہ وہ پورے طور سے اپنے مافی الضمیر کو ادا کر کے متعلم پر اپنا علم ظاہر نہیں کر سکتا۔ دوئم یہ کہ متعلم ہی میں اتنی استعداد نہیں۔ کہ وہ اپنے معلم کا سارا علم اپنے اندر محفوظ کر سکے۔ اور یا پھر تیسری وجہ یہ ہے۔ کہ وہ کورس جو معلم اپنے متعلم کو پڑھاتا ہے۔ وہ ہی ناکمل ہے۔ یعنی اگر اس کو پورے طور پر پڑھ بھی لیا جاوے۔ تو تب بھی معلم کا سارا علم اس کو پڑھ لینے سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ بایں وجہ کہ معلم کا علم اس کورس سے بہت بڑھ کر ہے۔ لیکن جب کہ ان میں سے ایک وجہ بھی موجود نہ ہو۔ یعنی تینوں صورتیں ہی مکمل ہوں۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ شاگرد اپنے استاد کا پورا علم اخذ نہ کر سکے۔ سو ظاہر ہے۔ کہ نہ تو محمد رسول اللہ صلعم میں جو بمنزلہ معلم ہیں۔ کوئی نقص ہے۔ اور نہ ہی قرآن مجید میں جو بمنزلہ کورس ہے۔ کوئی کمی ہے۔ اور نہ ہی امت محمدیہ میں جو بمنزلہ متعلم ہے۔ کسی قسم کی استعداد کی کمی ہے بلکہ یہ تو پہلی امم سے بھی زیادہ استعداد رکھتی ہے۔ چنانچہ کنتم خیر امۃ کا ارشاد اسی امت مرحومہ کے حق میں ہے اس لئے ضروری ہے۔ کہ آپ کے شاگردوں میں سے کوئی آپ کے جمیع کمالات کو حاصل کر کے آپ کے اعلےٰ معلم ہونے اور قرآن مجید کے کامل کتاب ہونے کا ثبوت دے۔ مگر تعجب ہے۔ کہ اس کھلے اور واضح بیان کو بھی جناب (مولوی) محمد علی صاحب قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ بلکہ اس پر ایک جرح کرتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ تمام شاگردوں میں سے اگر استاد کے تمام علم کو کوئی شاگرد حاصل نہ کرے۔ تو اس سے نہ استاد پر کوئی حرف آتا ہے۔ اور نہ ہی معلم یا کورس کا نقص ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں الرحمٰن علم القرآن کہکر خدا کو معلم اور محمد رسول اللہ

کو متعلم اور قرآن جیسی کتاب کو کورس قرار دیا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ متعلم یعنی محمد رسول اللہ اپنے معلّم یعنی خدا کے تمام کمالات کو حاصل نہیں کر سکے۔ تو گویا اس سے خدا پر الزام نقص کا آتا ہے۔ یا محمد رسول اللہ اور قرآن مجید کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہاں پر تو متعلم میں واقعی وہ استعداد نہیں ہے۔ کہ جس سے وہ اپنے معلّم کے تمام کمالات حاصل کر سکے۔ کیونکہ متعلم میں بشریت ہے۔ جو کہ الوہیت کے کمالات کو۔۔ اندر ہرگز نہیں لے سکتی۔ پھر میں کہتا ہوں۔ کہ متعلم کی اس کمی استعداد یعنی بشریت کا لحاظ کر کے معلّم یعنی خدا بھی اپنی اصلی شانِ الوہیت سے نیچے اتر کر معلّم بنا ہے۔ ورنہ کیا آپ اس بات کو تسلیم کر سکتے ہیں۔ کہ قرآن مجید سے بڑھ کر خدا تعالےٰ کسی فصیح و بلیغ کلام کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ تو اس سے کروڑہا درجے بڑھکر زیادہ فصاحت و بلاغت کے ساتھ کلام کر سکتا ہے۔ سو اس سے یہ نتیجہ بھی نکل آیا۔ کہ کورس یعنی قرآن مجید اس جہت سے ممکن نہیں۔ کہ اس کو پڑھ کر الوہیت کے تمام کمالات حاصل ہو سکیں۔

پس اس مغالطہ اور ہمارے بیان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور اس کو ہمارے بیان متذکرہ بالا پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہوگا۔

تاج الدین (لائلپوری) متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان

تاریخ مالابار

چھپ کر تیار ہو گئی ہے۔ اعلےٰ درجہ کا کاغذ لگایا گیا ہے۔ بہت قلیل تعداد میں چھپوائی گئی ہے۔ احباب بہت جلد منگوالیں۔ ورنہ کتاب ختم ہو جاوے گی۔

قیمت فی نسخہ ۱۲؍ ملنے کا پتہ مینیجر الحکم قادیان

انتظام سلسلہ میں ضروری حکمتیں

کبھی مؤلفۃ القلوب کو مال دینا پڑتا ہے۔ کام میں ان کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اور کبھی سابق ہونے کی وجہ سے تقسیم مال۔ تقسیم درجہ۔ اور تقسیم اموال کی جاتی ہے۔ چنانچہ سب سے زیادہ رسول کریم کی بیویوں کو مال دیا جاتا تھا۔ پھر بعد میں ایمان لانے والوں کو پھر ان سے بعد ایمان لانے والوں کو۔ پھر سبقت کا لحاظ مدارج میں بھی رکھا گیا ہے۔ اور عمل میں بھی۔

دوسری بات مؤلفۃ القلوب ہے۔ جو گویا سابق کی ضد ہے۔ کہ تعلق کی کمی کی وجہ سے سلوک کیا جاتا ہے۔ ایسے موقعہ پر بھی بعض لوگوں کو خیال آتا ہے۔ کہ ہمیں نہیں دیا گیا۔ اور فلاں کو دیدیا ہے حالانکہ اسے تو ایمان میں کامل نہ ہونے کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ اور اس لئے رعایت کی گئی ہے۔ کہ ٹکا رہے۔ مگر تم مضبوط ایمان والے ہو۔ اس لئے تمہیں نہیں دیا گیا۔ کیا تم بھی ویسا ہی بننا چاہتے ہو۔

تیسرا امر جس کو پہلے بھی بیان کر آیا ہوں قیاس اور رائے ہے۔ ایک اچھی سے اچھی چیز کے متعلق سو کی سو رائے ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ایک ہی چیز کے متعلق ہر ایک ایک الگ الگ رائے قایم کرے گا۔ اور یہ ممکن نہیں۔ کہ سب کی رائے کسی معاملہ کے متعلق ایک ہو۔ مجسٹریٹ ایک فیصلہ کرتا ہے۔ جو صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی۔ اس کے آگے اپیل کی جاتی ہے۔ اپیل پر جو فیصلہ ہو۔ وہ بھی غلط ہو سکتا ہے۔ اور صحیح بھی پھر اس کی آگے اپیل ہو سکتی ہے۔ اس پر بھی جو فیصلہ ہوگا۔ وہ غلط بھی ہو سکتا ہے اور صحیح بھی۔ لیکن آخر کسی جگہ جا کر یہ سلسلہ ختم بھی ہوگا۔ یا اپیل

در اپیل ہی ہوتی رہے گی۔ باوجود اس کے سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ آخری فیصلہ بھی غلط ہو۔ لیکن کام چلانے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ کہ ختم کیا جائے۔ ورنہ سارا ملک ہی ہائی کورٹ بنانا پڑے۔ تو عقلاً بھی یہ ضروری ہے کہ ایک جگہ آخری فیصلہ ہو جائے۔ اور پھر اس سے آگے سلسلہ نہ چلے۔ ورنہ ہر ایک انسانی عدالت کے متعلق کہا جا سکتا ہے۔ کہ ممکن ہے۔ اس کا فیصلہ غلط ہو۔ اور اس طرح کا سلسلہ آخر خدا تک جا کر ختم ہو کہ خدا تعالےٰ فیصلہ کرے۔ لیکن اعتراض کرنے والے اس پر بھی اعتراض کر ہی دیتے ہیں۔ پس جو شخص بھی فیصلہ کریگا۔ اس کی رائے غلط بھی ہو سکتی ہے۔ اور صحیح بھی۔ لیکن آخر ماننا ہی پڑتا ہے۔ کہتے ہیں۔ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں۔ اسلئے ان کو مردوں کے ماتحت رکھا جاتا ہے۔ لیکن کیا سارے کے سارے مرد صحیح اور درست ہی فیصلہ کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ لیکن گھر کے انتظام چلانے کے لئے ایک حد مقرر کر دی گئی۔ کہ مرد کا فیصلہ تسلیم کر لیا جاوے ؂

پس یہ باتیں نہایت ضروری ہیں۔ جو آپ لوگوں کے مدنظر رہنی چاہئیں۔ اول سابقون کا حق دوسرے مؤلفۃ القلوب کی رعایت۔ تیسری دیانتداری سے رائے قائم کرنا۔ اور جو فیصلہ کیا جائے۔ اسے تسلیم کرنا ؂

پس ان باتوں کو مدنظر رکھو۔ جو میں نے رائے قائم کرنے کے متعلق بتائی ہیں۔ اور جو کام کرنے والوں کے متعلق بیان کی ہیں۔ کہ ہو سکتا ہے۔ کام کرنے کی لیاقت کی وجہ سے ایک زیادہ کا مستحق ہے۔ لیکن مؤلفۃ القلوب کی وجہ سے دوسرے کو زیادہ دیا جاتا ہے۔ یا اس کی عادت کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود کے وقت کہا گیا ہے۔ کہ یہاں جو لوگ آتے ہیں۔ ان سب کو ایک جیسا کھانا دینا چاہیئے۔ فقرا کے دربار میں یہ نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ امیر کو پلاؤ اور غریب کو معمولی کھانا دیا جائے۔ حضرت

مسیح موعود نے فرمایا۔ میں کیا کروں۔ خدا نے ہی یہ فرق رکھا ہے۔ کہ کسی کو امیر بنایا ہے۔ اور کسی کو غریب تو جن کی عادت ہو۔ اس کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے۔ پس سبقت کی وجہ سے یا عادت کی وجہ سے یا لیاقت کی وجہ سے جو اگرچہ کم ہوتی ہے۔ لیکن اور میں اتنی بھی نہیں ہوتی۔ اس لئے اسے رکھنا پڑتا۔ اور سلوک کرنا پڑتا ہے۔ ان باتوں کو زیر نظر رکھ کر رائے قائم کرنی چاہیئے۔ محض لیاقت کوئی چیز نہیں۔ سبقت اور تالیف قلب بھی ضروری ہے۔ پھر یہ بھی دیکھنا چاہیئے۔ کہ ایک کی رائے میں ایک لائق ہوتا ہے۔ اور دوسرے کی رائے میں وہ ایسا نہیں ہوتا۔ اس لئے کس کی رائے کی پابندی کی جاوے۔

بات یہی ہے۔ کہ لوگوں کی رائے کی پابندی نہ ہو سکتی ہے۔ اور نہ کی جا سکتی ہے۔ خدا تعالےٰ نے ایسے معاملات کے متعلق جو قوانین بتائے ہیں۔ انہی کی پابندی کی جائیگی۔ اور چونکہ یہ اللہ تعالےٰ کے بنائے ہوئے ہیں۔ اس لئے قیامت تک تفرقہ نہیں ہوگا کیونکہ جو لوگ خدا کے مقرر کردہ قوانین کی پابندی کرتے ہیں۔ وہ مضبوطی کی طرف جاتے ہیں۔ کمزوری کی طرف نہیں جاتے۔ اگر ان باتوں کو تم مدنظر رکھو گے تو بھی دشمن تم سے ٹکرائیگا تو پاش پاش ہو جائے گا۔ اور تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ اور اگر ان کو مدنظر نہ رکھو گے۔ تو کسی دشمن اور فوج کی ضرورت نہیں۔ تم خود بخود کھائے جاؤ گے۔ اور ملیا میٹ ہو جاؤ گے ؂

ان دونوں باتوں میں سے جو چاہو۔ قبول کرو۔ چاہے خدا تعالےٰ کے بنائے ہوئے قوانین کی پابندی کر کے مضبوط چٹان بن جاؤ۔ چاہے معمولی معمولی باتوں میں پڑ کر غلط اور بیہودہ رائے زنیاں کر کے ملیا میٹ ہو جاؤ۔ یہ دونوں راستے تمہارے سامنے ہیں۔ چاہے تم

خدا تعالےٰ کی طرف قدم اٹھاؤ ۔ چاہیے نفس پرستی کے پیچھے پڑکر وہ موتی جو خدا تعالےٰ نے تمہیں دیا ہے ۔ ہتھوڑا مار کر توڑ ڈالو ٭

حقانیت قرآنی ثبوت نبوت محمدی

قرآن مجید نے اپنے منجانب اللہ ہونے پر بہت سے دلائل پیش کئے ۔ اور حضرت سیدنا مولانا محمد رسول اللہ کے سچے نبی اور برگزیدہ رسول ہونے پر بھی مہر الٰہی ہے ۔ جن پر قرآن کریم نازل ہوا ۔ قرآن شریف کی حقانیت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کے ثبوت میں صرف ایک دلیل ہدیہ ناظرین ہے ٭

اللہ جل شانہ نے فرمایا ۔ الٓمّٓ اللّٰہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم نزل علیک الکتاب بالحق سورہ ال عمران ع ۱ یعنی وہی اللہ ہے ۔ اس کا کوئی ثانی نہیں ۔ اس سے ہر ایک کی زندگی اور بقا ہے ۔ اس نے حق اور ضرورت حقہ کے ساتھ محمد رسول اللہ پر کتاب اتاری ۔ اور پھر فرمایا ۔ یا ایھا الناس قد جاء کم الرسول بالحق ۔ سورہ النساء ۔ یعنی اے لوگو حق اور ضرورت حقہ کے ساتھ تمہارے پاس یہ نبی آیا ۔ بالحق انزلناہ و بالحق نزل ۔ یعنی ضرورت کے ساتھ وہ اترا ہے ۔ پھر کھلے لفظوں میں فرمادیا ۔ یا ایھا الناس قد جاء کم برھان من ربکم و انزلنا الیکم نوراً مبیناً سورہ النساء لوگو تمہارے پاس یہ یقینی برہان پہونچا ہے ۔ اور ایک کھلا نور تمہاری طرف ہم نے اتارا ہے ۔ یہ نبی کسی خاص ملک یا قوم کے لئے نہیں ہے ۔ بلکہ ہر ایک قوم کے لئے بطور اتمام حجت بھیجا ۔ اور فرمادیا ۔ قل یا ایھا الناس انی رسول الیکم جمیعاً ۔ یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں سے کہدے ۔ کہ میں تم سب کی طرف پیغمبر ہو کر آیا ہوں پس جنہوں نے اس آواز پر صداقت اور لبیک کی صدا بلند کی ان کے لئے اللہ تعالےٰ نے فرمادیا ۔ والذین اٰمنوا و عملوا الصٰلحٰت و اٰمنوا بما نزل علےٰ محمد و ھو الحق من ربھم کفر عنھم سیاٰتھم و اصلح بالھم ۔ یعنی جو لوگ ایمان لائے جو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ۔ اور وہی حق ہے ۔ خدا انکے گناہ دور کرے گا ۔ اور ان کے حال چال کو درست کرے گا ٭

ایسا ہی صدہا آیات ربانی ہیں ۔ جس میں نہایت واضح اور صفائی سے یہ دعویٰ کیا گیا ہے ۔ کہ قرآن شریف خدا کا کلام اور رسول کریم صلے اللہ وسلم اس کے برگزیدہ اور سچے نبی ہیں اور جس شد و مد کے ساتھ قرآن مجید میں یہ دعوےٰ موجود ہے ۔ اور کسی کتاب میں خواہ آریہ کی ہو ۔ یا عیسائی کی موجود نہیں ہے ۔ کیا ویدوں نے کلام الٰہی ہونے کا دعویٰ کیا ہے ۔ یا یہ بتلایا ہے ۔ کہ فلاں فلاں شخص پر فلاں فلاں زمانہ میں وہ اتری ہے ۔ یا موجودہ اناجیل منزل من اللہ ہے ۔ جو کہ آئے دن تبدیل ہوتی رہتی ہے ۔ پس جو کتاب اپنے منجانب اللہ ہونے کی طرف آپ کوئی اشارہ نہیں کرتی ۔ اس کو خداوند تعلےٰ کی طرف منسوب کرنا صریحاً الزام ہے ٭

پہلی دلیل کی تفصیل یہ ہے ۔ کہ عقل سلیم ایک سچی کتاب اور ایک سچے اور منجانب اللہ رسول کے ماننے کے لئے اس بات کو نہایت ضروری اور باوقعت ٹھیراتی ہے ۔ کہ ان کا ظہور ایک ایسے وقت یا زمانہ میں ہو ۔ جب کہ تاریکی چھائی ہوئی ہو ۔ اور لوگوں نے توحید کی جگہ شرک اور پاکیزگی کی جگہ فسق اور

انصاف کی جگہ ظلم اور علم کی جگہ جہل اور شقل اس کے اختیار کر لیا ہو۔ تمثیلاً تاریخ عرب قبل بعثت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ملاحظہ ہو۔ خونریزی بت پرستی جہالت غرضیکہ طرح طرح کی برائیوں سے ظلمت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی اور شمع وحدت کی روشنی کا نام و نشان نہیں تھا۔ ایسے وقت میں ایک مصلح کی اشد ضرورت ہو۔ اور وہ پھر آئے۔ اور ایسے وقت میں وہ رسول دنیا سے رخصت ہو۔ جب کہ وہ اصلاح کا کام عمدہ طور سے کر چکا ہو۔ اور اصلاح کے پودے مستحکم ہو چکے ہوں اور جب تک اس نے اصلاح نہ کی ہو۔ وہ دشمنوں کے ہر قسم کے منصوبوں سے باز رکھا گیا ہو۔ الحاصل وہ برگزیدہ ذات مرسل من اللہ ایسے وقت میں ظاہر ہو جب کہ وہ وقت بزبان حال پکار پکار کہہ رہا ہو کہ ایک آسمانی مصلح اور کتاب کا آنا ضروری اور لابدی ہے۔ اور اس کے آنے کے بعد ایک عظیم الشان انقلاب ظہور میں آچکا ہو۔ اب ہم فخریہ بیان کرتے ہیں۔ کہ یہ دلیل جس طرح قرآن اور ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں نہایت روشن چہرہ کے ساتھ جلوہ نما ہوئی ہے۔ کسی اور نبی اور کتاب کے حق میں ہرگز ظاہر نہیں ہوئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا با اعلان دعوٰی تھا۔ کہ میں تمام قوموں کے لئے آیا ہوں۔ اس وقت تمام قومیں خدا سے دور اور طرح طرح کے شرک فسق اور فجور میں مبتلاء تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے۔ ظہر الفساد فی البر والبحر دریا بھی بگڑ گئے۔ اور جنگل بھی بگڑ گئے۔ ایسے ہی زمانہ میں رسول عربی کو مبعوث فرما کر فرمایا۔ لتکون للعالمین نذیراً۔ یعنی ہم نے تجھے بھیجا۔ تاکہ دنیا کی تمام قوموں کو ڈرا دے۔

.. یعنی اس کو تنبیہ کرے۔ اور اس کو جتلائے۔ کہ تم لوگ اپنی بدکاریوں اور برے عقیدوں کی وجہ سے سخت مجرم عند اللہ ہو۔ توبہ کرو۔ اور بصدق دل کہو اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہٗ واشہد ان محمداً رسول اللہ۔

واضح ہو۔ کہ جو اس آیت میں نذیر کا لفظ دنیا کے تمام قوموں کے مقابل پر استعمال ہوا ہے۔ جسکے معنے گنہگاروں اور بدکاروں کو ڈرانا ہے۔ اسی لفظ سے بہ یقینی طور سے سمجھا جاتا ہے۔ کہ قرآن کا یہ دعوٰی تھا۔ کہ تمام دنیا بگڑ گئی۔ راستی اور خدا پرستی ہر ایک نے ترک کر دی۔ کیونکہ انذار کا محل فاسق اور مشرک اور بدکار ہیں۔ اور انذار اور ڈرانا مجرموں کے تنبیہہ کے لئے آتا ہے۔ اور نہ نیک بختوں کے لئے۔ سچ ہے کہ ہمیشہ سرکشوں اور بے ایمانوں کو ہی ڈرایا جاتا ہے۔ اور سنت اللہ یہی ہے۔ کہ نبی نیکوں کے لئے بشیر اور بدوں کے لئے نذیر ہوتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے لئے۔ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی قوم بنی اسرائیل کے لئے مخصوص تھے۔ ان کی قوم بباعث سخت دلی نافرمان تھی وہ لوگ شرک اور فسق اور بت پرستی اور طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا ہو گئے۔ اور بدکاریوں کے عمیق کوئیں میں ڈوب گئے۔ جیسا کہ انجیل میں بھی کسی قدر اُن کی بدچلنیوں کا ذکر ہے۔ یہ قوم سخت بھر تھی۔ جو کہ مسیح کی مخاطب ہے۔ لیکن قرآن کریم نے تمام زمین کے روحانیت میں مردہ ہو جانے کا ذکر کیا ہے۔ اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتہا۔ یعنی یہ بات تمہیں معلوم رہے۔ کہ زمین سب کی سب مر گئی تھی۔ اس کو خدا نے زندہ کیا۔ یحی الارض سے مراد باشندگان زمین زندہ ہو گئے۔ یعنی ان میں حق شناسی اور عرفان الٰہی

کا مادہ پیدا ہو گیا ۔ انہیں جاہل اور وحشی باشندوں میں ایسی روح الٰہی پھونکی گئی ۔ جس کی مثال نہیں پائی جاتی ۔ ایسی تاریکی اور فساد عالم کے وقت میں سرور کائنات کا مبعوث ہو کر توحید الٰہی کی تعلیم دنیا اور کامل اصلاح کے بعد واپس جانا ان ہر دو پہلوؤں کا قرآن شریف کا پیش کرنا اور پھر دنیا کو متوجہ کرنا یہ ایک ایسا امر ہے ۔ کہ انجیل تو کیا بجز قرآن شریف اور کسی کتاب میں بھی نہیں پایا جاتا ۔ قرآن مجید نے دلایل پیش کئے ۔ اور فرما دیا ۔ کہ اس کی سچائی مذکورہ ہر دو پہلوؤں پر نظر ڈالنے سے ثابت ہوتی ہے ۔ ایک تو وہی جسے ہم اوپر بیان کر چکے ہیں ۔ کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ایسے زمانہ میں ظہور ہوگا ۔ جب کہ زمانہ میں علی العموم طرح طرح کی بدکاریوں اور بد اعتقادیاں پھیل گئی تھیں ۔ اور دنیا حق اور حقیقت توحید اور پاکیزگی اور راستبازی سے بہت دور جا پڑی تھی ۔ حقیقتاً قرآن شریف کی صداقت اور حقانیت اس وقت بخوبی روشن ہو جاتی ہے ۔ جب کہ قوم کی تاریخ اس زمانہ کی پڑھی جائے ۔ وہ قوم خود شہادت دیتی ہے ۔ کہ وہ زمانہ ظلمت و گمراہی اور بدکاری وغیرہ کا تھا ۔ اس لئے خدا نے فرمایا ۔ ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم وکثیر منھم فاسقون ۞ اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا قد بینا لکم الایات لعلکم تعقلون ۔ حدید ۲۷ یعنی مومنوں کو چاہئے ۔ کہ اہل کتاب کے چال چلن سے پرہیز کریں ۔ ان کو اس سے پہلے کتاب دی گئی تھی ۔ پس ان پر ایک زمانہ گذر گیا ۔ سو ان کے دل سخت ہو گئے ۔ اور اکثر ان میں سے فاسق اور بدکار ہی ہیں ۔ دیکھئے روحانیت نہیں رہ گئی تھی خدا نے نئے سرے سے زندگی کی روح پھونکی ۔ یہ

قرآن کریم کی ضرورت اور صداقت کے نشان ہیں ۔ فتدبروا یا اولی الابصار ؂

ناظرین اپنے ذہن سے یہ دلیل ایجاد نہیں کی گئی ۔ بلکہ اس دلیل کو قرآن مجید خود ہی پیش کرتا ہے اور پھر اسے دو حصوں میں بیان کر کے ایسا فرماتا ہے ۔ قد بینا لکم الایات لعلکم تعقلون ۔ یعنی اس رسول اور اس کتاب کے منجانب اللہ ہونے پر ہی ایک زبردست نشان ہے ۔ جس کو ہم نے بیان کر دیا ۔ تاکہ تم سوچو ۔ اور سمجھو ۔ اور حقیقت تک پہونچ جاؤ ؂

دوسرا پہلو اس دلیل کا یہ ہے ۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں اپنے مولی کیطرف بلائے گئے ۔ جب کہ وہ اپنے فرائض یعنی کام کو پوری طور پر سر انجام دے چکے تھے ۔ یہ امر قرآن سے بخوبی ثابت ہوتا ہے ۔ جیسا اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے ۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ۔ یعنی آج میں نے قرآن شریف کے اتارنے اور تکمیل نفوس سے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا ۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ۔ اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا حاصل کلام یہ ہے ۔ کہ کلام الٰہی جس قدر نازل ہوتا تھا ۔ نازل ہو چکا ۔ اور مستعد دلوں میں نہایت عجیب اور حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا کر چکا ۔ اور ترتیب کو کمال تک پہونچا دیا ۔ اور اپنی نعمت کو ان پر پورا کر دیا ۔ درحقیقت یہ ہی دو رکن ضروری ہیں ۔ جو ایک نبی کی آنے کی علت غائی ہوتی ہے ۔ مذکورہ بالا آیت صریحاً بتلا رہی ہے ۔ کہ محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہرگز اس دنیا سے کوچ نہیں فرمایا ۔ جب تک کہ دین اسلام کو تنزیل قرآن

اور تکمیل نفوس سے کامل نہ کیا گیا۔ اس آیت میں حکمت رحمانی ہے۔ کہ تا ظاہر ہو۔ کہ صرف قرآن کریم کی تکمیل نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کی تکمیل ہو گئی کہ جن کو قرآن سے پہونچایا گیا۔ اور رسالت کی علت غائی کمال تک پہونچ گئی۔ اور یہی ایک خاص علامت منجانب اللہ ہونے کی ہے۔ جو کاذب کو ہرگز نہیں دی جاتی۔ بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی صادق نبی نے بھی اس اعلےٰ شان کے کمال کا نمونہ نہیں دکھلایا۔ کہ ایک طرف کتاب اللہ بھی پوری ہو جائے۔ اور دوسری طرف تکمیل نفوس بھی ہو۔ اور باایں‌ہمہ کفر کو ہر ایک پہلو سے شکست فاش اور اسلام کو ہر ایک پہلو سے فتح نصیب ہو۔ اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللّٰہ افواجا۔ فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا۔ یعنی جب کہ آنے والی مدد اور فتح آگئی۔ جس کا وعدہ دیا گیا تھا۔ اور تو نے دیکھ لیا۔ کہ لوگ فوج در فوج دین اسلام میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔ پس خدا کی حمد اور تسبیح کر۔ کیونکہ وہ رحمت کے ساتھ بہت ہی رجوع کرنے والا ہے۔ استغفار کی کی تعلیم جو نبیوں کو دی جاتی ہے۔ اس کو عیسائی وغیرہ سمجھتے ہیں۔ کہ گناہ سے استغفار کا حکم ہوا ہے۔ یہ ان کی اعلےٰ قابلیت کا نتیجہ ہے۔ ترقی کرتے کرتے مسیح کو خدا بنا دیا۔ تو بھلا بباعث گناہ استغفار کیوں نہ سمجھیں۔ درحقیقت استغفار کا مفہوم بدیگر الفاظ اپنی نیستی اور تذلل اور کمزوری کا اقرار اور عبادت کرنے کا متواضعانہ طریق ہے نیز ضعف بشری کے اظہار کی تعلیم ہے پھر میں پہلے مقصد اعلےٰ کی طرف رجوع ہوتا ہوں۔ کہ

آں سرور کائنات کی نبوت اور قرآن شریف کی حقانیت پر مذکورہ دلیل سے نہایت اعلیٰ وارفع ثبوت پیدا ہوتا ہے۔ کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے وقت اور زمانہ میں بھیجے گئے۔ جب کہ دنیا زبان حال سے ایک عظیم الشان مصلح کو مانگ رہی تھی۔ گرچہ مخالفین حق رسول برحق کو جانی و مالی صدمہ پہونچانے کے لیئے ہر وقت گھات میں لگے رہے۔ مگر وہ معیار صداقت جو کہ سچے نبیوں کی پہچان ہے۔ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں پورا ہوا۔ یعنی نہ وہ مارے گئے اور نہ مرے۔ جب تک راستی کو زمین پر قایم نہ کر دیا۔ اور ہر ایک قوم کو ان کے شرک اور ناراستی اور مفسدانہ حرکات پر ملزم کیا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ تبارک الذی نزّل الفرقان علےٰ عبدہٖ لیکون للعالمین نذیرا۔ وہ بہت برکت والا ہے۔ جس نے قرآن کریم کو اپنے بندے پر اس غرض سے اتارا کہ تمام جہان کو ڈرانے والا ہو یعنی ان کی بدراہی اور بدعقیدگی پر ان کو تنبیہ کرے پس یہ آیت بصراحت اس بات پر دلیل ہے۔ کہ قرآن مجید کا یہی دعوےٰ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں تشریف لائے تھے۔ جب کہ تمام دنیا اور تمام قومیں بگڑ چکی تھیں۔ اور مخالف قوموں نے اس دعویٰ کو نہ صرف اپنی خاموشی سے بلکہ اپنے اقراروں سے مان لیا ہے۔ پس اس سے بدیہی نتیجہ نکلا۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ درحقیقت ایسے وقت میں آئے تھے۔ جس وقت میں ایک سچے اور کامل نبی کو آنا چاہیئے۔ پھر جب ہم دوسرا پہلو دیکھتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کس وقت واپس بلائے گئے۔ تو قرآن ہمیں صاف صریح طور پر خبر دیتا ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ جب کہ آیت نازل

ہو چکی۔ کہ مسلمانوں کے لئے تعلیم کا مجموعہ کامل ہو گیا
اور جو کچھ ضروریات دین میں نازل ہونا تھا وہ سب
نازل ہو چکا۔ اور خدائی تائید بھی کمال کو پہونچ
گئی۔ اور جوق در جوق لوگ دین اسلام میں داخل
ہو گئے۔ نیز ایمان و تقویٰ پاک اور نیک اخلاق
سے متصف ہو گئے۔ اور ایک زبردست تبدیلی ان
کے اخلاق اور چلن اور روح میں واقع ہو گئی۔ ان
تمام باتوں کے بعد سورہ النصر نازل ہوئی۔ جس کا
ماحصل یہی ہے۔ کہ نبوت کے تمام اغراض پورے ہو
گئے۔ اور اسلام دلوں پر فتحیاب ہو گیا۔ تب آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے عام طور اعلان دیا۔ کہ سورہ
النصر میری وفات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ آپنے
بوقت حجۃ الوداع ہزارہا۔ لوگوں کی حاضری میں
ایک اونٹنی پر سوار ہو کر لمبی تقریر کی۔ اور فرمایا۔
کہ سنو۔ اے خدا کے بندو مجھے میرے رب کی طرف
سے یہ حکم ملا تھا۔ کہ "میں سب احکام تمہیں پہونچادوں"
پس کیا تم گواہی دے سکتے ہو۔ کہ وہ سب باتیں میں
پہونچادیں۔ تب ساری قوم نے بآواز بلند تصدیق
کی۔ کہ ہم تک یہ پیغام پہونچ گئے۔ پھر رسول اللہ
نے تین مرتبہ آسمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔
اے خدا ان باتوں کا گواہ رہ۔ پھر آنحضور مدینہ
طیبہ جا کر دوسرے سال فوت ہو گئے۔ اللھم صلے
علیہ وبارک وسلم ؛

عبد الحی۔ تفتیق۔ حیدر آبادی۔ قادیان

پرکاش کی غلط بیانی

کس روز تہمتیں نہ تراشا کئے عدو
کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کئے

ہمعصر پرکاش پرچہ مطبوعہ ۱۳ مگھر سمت ۱۹۷۸
۲۹۳ میں آریہ سماج وچھو والی لاہور کے جلسہ کا
ذکر کرتے ہوئے مباحثہ مابین آریہ سماج و احمدی
جماعت پر خامہ فرسائی کی ہے۔ اور لوگوں سے
اصل واقعہ کو چھپانے کی کوشش کی ہے اور کذب بیانی
سے پرواہ نہیں کی؛

جناب والا کے عالی دماغ نے اس مباحثہ سے
جو نتیجہ نکالا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے:۔
"افسوس ہے۔ کہ احمدیوں نے فضول حجت بازی
ٹال مٹول اور جھگڑے میں بہت وقت ضائع
کر دیا۔ اور اصل مباحثہ تین گھنٹے کی بجائے صرف
½ گھنٹہ کے قریب ہو سکا"

حاضرین مباحثہ تو خوب جانتے ہیں۔ کہ وقت کس نے
ضائع کر دیا۔ اور کون اس جھگڑے کا بانی تھا۔ پھر
کس نے مناظرہ کے وقت کو کم کیا۔ اور کس طرح آریہ
مناظر کی جان بخشی کی گئی۔ لیکن ان لوگوں کے لئے
جو بروقت مباحثہ موجود نہیں تھے۔ کچھ لکھنا ضرور
ہوا۔ تا کہ پرکاش کی غلط بیانی کا اظہار ان پر بھی
ہو جائے۔ اصل واقعہ یوں ہے؛

مذکورہ بالا سماج نے اپنے سالانہ جلسہ کے ایام
میں مناظرہ کرنے کے لئے جماعت کو دعوت دی جس
پر ان کی دعوت کو منظور کیا گیا۔ اور قادیان دارالامان
سے ماسٹر نواب الدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی
کو شرائط مناظرہ طے کرنے لئے لاہور بھیجا گیا۔

انہوں نے نمائندگان آریہ سماج سے چند شرائط طے کیں۔ جن کو دو کاغذوں پر لکھا گیا اور فریقین کے دستخط ہونے پر ہر ایک فریق نے ایک کاغذ لیا ۔

ایام مناظرہ ۲۲، ۲۳، ۲۴ نومبر مقرر ہوئے۔ ۲۲ تاریخ کو ۷ بجے سے ۱۰ بجے تک اور ۲۳، ۲۴ کو ۸ بجے سے ساڑھے دس بجے تک وقت قرار پایا۔ جب احمدی جماعت آریہ سماج کے پنڈال میں ان کے مقابل اور احمدی مناظر شنکر داس شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری مولوی فاضل ،، اور آریہ مناظر "دھرم بھکشو" بالمقابل بیٹھ گئے۔ اور لوگ یہ سوچ کر کہ مباحثہ ابھی شروع ہوتا ہے خوش ہوئے۔ تو صدر جلسہ لالہ کاشی رام صاحب کھڑے ہوئے۔ اور اپنے پردھان ہونے کا اعلان کرکے شرائط کی تشریح کرنے لگے۔ ان شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے۔

"کہ آریہ مناظر اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے الزامی جواب نہیں دے سکتا"

ان شرائط کو پڑھ کر فرمانے لگے۔ کہ آریہ مناظر الزامی جواب تو نہیں دے سکتا۔ ہاں اس کو یہ حق حاصل ہوگا۔ کہ وید کی وہ بات جس پر اعتراض کیا گیا ہے۔ اگر قرآن مجید میں پائی جاتی ہے۔ اس پر ہماری طرف سے کہا گیا۔ کہ الزامی جواب اور کس بلا کا نام ہے۔ اسی کا نام تو الزامی جواب ہے۔ کہ اگر کسی شخص کو مثلاً کہا جاوے۔ کہ تم ناک کٹے ہو۔ تو وہ کہہ دے۔ کہ آپ کی بھی تو کٹی ہوئی ہے پس اس جواب سے وہ اصل نقص جو کسی چیز میں پایا جاتا ہے۔ دور نہیں ہو سکتا۔ غرض بار بار کہا گیا۔ کہ الزامی جواب جس کو آپ سمجھتے ہیں۔ وہ الزامی جواب نہیں ہے۔ ورنہ کسی مستند کتاب سے الزامی جواب کی تعریف دکھائیں۔ لیکن لالہ کاشی رام صاحب نے کہا۔ کہ شرائط طے کرتے ہوئے اس بات کا فیصلہ ہو گیا تھا۔ کہ ہم ایسا کہہ سکتے ہیں۔ ہماری طرف سے جواب دیا گیا۔ کہ تحریر کردہ شرائط میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور مناظرہ ان تحریر کردہ شرائط کے مطابق قرار پایا ہے۔ لہذا ان کے مقابل مناظرہ ہوگا ان کے بار بار کہنے پر کہ مولوی نواب الدین صاحب مجھ سے یہ بات طے کر گئے ہوں۔ آپ ان سے دریافت کرلیں۔ جواب دیا گیا۔ کہ مولوی نواب الدین صاحب یہاں نہیں ہیں۔ بلکہ قادیان میں ہیں۔ اگر آپ پسند فرماویں۔ تو مباحثہ کل پر رکھدیں۔ ہم ان کو تار دے کر بلوا لیتے ہیں۔ وہ کل شام تک پہنچ جائیں گے۔ ورنہ ان شرائط کے مطابق مباحثہ شروع کردیں۔ لیکن جب وہ کسی بات کو تسلیم نہ کریں۔ نہ تو الزامی جواب کو جو اصل حقیقی معنوں میں ہے۔ اور جن معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ خیال فرماویں اور نہ ایسا جواب دینے سے اپنے مناظر کو روکیں۔ اور نہ مولوی نواب الدین صاحب کی آمد پر مناظرہ موقوف کریں۔ تو پبلک کے وقت کو ضایع نہ کرنے اور ان کے آنے کی تکلیف کا خیال کرکے اور یہ دیکھ کر کہ لالہ کاشی رام صاحب مقررہ شرائط سے تجاوز کرنے پر تلے ہوئے ہیں احمدی مناظر نے باآواز دہل کھڑے ہو کر کہہ دیا۔ کہ اگر آریہ سماج بغیر الزامی جواب دینے کے مناظرہ کرنے پر تیار نہیں ہے۔ تو ہماری طرف سے اجازت ہے۔ کہ وہ الزامی جواب دے لیں۔ کیا نامہ نگار پرکاش کا یہ واقعہ معلوم نہیں۔ کہ احمدی مناظر کی طرف سے یہ فیاضانہ جواب سن کر پبلک نے "شاباش" "شاباش" کے نعرے لگائے تھے۔ نہ معلوم کہ نامہ نگار پرکاش نے اس نظارہ کو دیکھتے ہوئے کیسے لکھ دیا:۔

"کہ جب انہوں نے دیکھا۔ کہ لالہ کاشی رام جی مقررہ شرائط سے کسی طرح بھی تجاوز کرنے کے لئے تیار نہیں۔ تو انہیں مجبوراً تسلیم کرنا پڑا گا"

پبلک کا ہر ایک منصف آدمی اس بات کی گواہی دینے کے لیئے تیار ہوگا۔ کہ احمدیہ جماعت کی طرف سے بار بار آریہ سماج کی خدمت میں یہی اپیل ہوتی تھی۔ کہ جس کو بھی پریذیڈنٹ بنائیں ہمیں منظور ہے۔ بشرطیکہ وہ شرائط کے مطابق کام کرے۔ اور اگر شرائط کو توڑا تو آریہ سماج نے نہ احمدی جماعت نے ؛

جب اس شرط کا فیصلہ ہوگیا۔ تو دوسری بات لالہ کاشی رام نے ایسی کہی۔ جس سے صاف عیاں ہوتا تھا۔ کہ انہوں نے اس امر کا تہیہ کیا ہوا ہے۔ کہ جہاں تک ہو سکے۔ مقررہ وقت کا زیادہ حصہ فضول باتوں میں ضایع کر کے اصل مباحثہ کا وقت جتنا کم کر سکیں کریں۔ کیونکہ وہ وید کی حقیقت سے واقف تھے اور جانتے تھے۔ کہ آج اس کی گندی تعلیموں کو لوگوں کے سامنے پیش کیا جائیگا۔ تو ہم کہاں تک شرمندگی برداشت کریں گے۔ کیونکہ مضمون اس دن یہ تھا۔ کہ آیا وید مکمل الہامی کتاب ہیں یا نہیں۔ اس لئے ان سے جہاں تک ہو سکا۔ انہوں نے وقت ضایع کیا کہنے لگے۔ کہ ہر ایک امر متنازعہ فیہ کے متعلق میرے فیصلہ کو تسلیم کرنا ہوگا۔ اور اگر میں کسی کو اس کے متعلق بولنے کی اجازت دوں یا نہ دوں میرا اختیار ہوگا۔ اس پر ہمارے طرف سے کہا گیا۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ شرط چہارم میں لکھا ہے۔ کہ پیش آمدہ تنازعات اور اختلافات میں فریقین کے حقوق مساوی ہونگے۔ اس لئے اگر کوئی شرائط کے متعلق جھگڑا ہو تو ہمیں آپ کے مساوی حق حاصل ہوگا۔ لیکن لالہ کاشی رام صاحب کبھی تو کہیں۔ کہ آپ صرف پانچ منٹ بول سکتے ہیں۔ زیادہ نہیں۔ اور کبھی کہیں کہ میں آپ کو بولنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور جب ہماری طرف سے کہا جاتا۔ کہ آپ شرائط کے مطابق کام کریں۔ تو کہدیں کہ آپ میری اجازت کے بغیر بولے ہیں۔ اس لئے میں جواب نہیں دیتا۔ اور یہ شرط چہارم کے صریح خلاف تھا۔ اس لئے مباحثہ کیسے شروع ہو سکتا تھا۔ جب تک شرائط کو قایم نہ کیا جاتا۔ اور اُن کے متعلق جو تنازعہ تھا۔ دور نہ ہوتا۔ پھر آخر مجبور ہو کر ہماری طرف سے یہ کہا گیا۔ کہ آپ اُسی وقت تک پریذیڈنٹ رہ سکتے ہیں۔ جب تک کہ شرائط کے مطابق عمل کراویں۔ ورنہ نہیں۔ پریذیڈنٹ کوئی ثالث یا حکم نہیں ہوتا۔ کہ وہ جو بات کہے۔ اس کو تسلیم کیا جائے۔ اس کا کام صرف وقت بتانا انتظام کرنا۔ اور اگر کوئی مناظر مقررہ کردہ شرائط کے خلاف کرے۔ اس کو روکنا ہوتا ہے۔ نہ یہ کہ وہ خود شرائط کے خلاف شرائط کو تبدیل کرتا جائے اور اُن کو بالائے طاق رکھ کر اپنے احکام نافذ کرے۔

اس پر ناراض ہو کر کرسی صدارت کو چھوڑ کر زمین پر بیٹھ گئے۔ اور صدارت سے مستعفی ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد سکرٹری آریہ سماج اور سکرٹری احمدیہ جماعت لاہور کی کچھ دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ جس میں آریہ سماج کی طرف سے یہی زور دیا جاتا رہا۔ کہ آپ اپنے میں سے کوئی پریذیڈنٹ کر لیں۔ آریہ مناظر بلاچون وچرا اس کی بات کو تسلیم کریگا ہماری طرف سے یہی جواب دیا جاتا رہا۔ کہ ہم نے لالہ کاشی رام صاحب کو صدارت سے معزول نہیں کیا ہم نے تو ان کی خدمت میں یہ التماس کی ہے کہ اگر وہ صدر بننا چاہتے ہیں۔ تو ان کو شرائط کے مطابق عمل کروانا ہوگا۔ وہ نہیں کروا سکنے ہونگے۔ اسلئے

وہ علیحدہ ہو گئے ۔ آپ اپنے میں سے اور کو منتخب کریں ۔ سکرٹری صاحب خود ہو جائیں ۔ یا پروفیسر رام دیو صاحب ہو جائیں ۔ جس پر سکرٹری صاحب اور پروفیسر رام دیو صاحب نے یہی جواب دیا ۔ کہ آپ اپنے میں سے جس کو چاہیں منتخب کر لیں ۔ ہم بلا چون و چرا آپکے صدر منتخب کردہ کے احکام کو چاہے ۔ وہ شرائط کے مطابق ہوں ۔ یا ہوں ۔ تسلیم کریں گے ۔ مگر پھر انہیں وہی جواب دیا گیا ۔ کہ آپ اپنے میں سے جس کو چاہیں صدر تجویز کر لیں ۔ ہمیں منظور ہے ۔ بشرطیکہ وہ شرائط کے مطابق عمل کروائے ؛

ہم اپنی طرف سے چند وجوہ کی بنا پر صدر تجویز نہیں کر سکتے تھے ۔ مثلاً ایک تو اس وجہ سے کہ مقام مباحثہ ان کا تھا ۔ سامان ان کا تھا ۔ انتظام انہوں نے کیا تھا ۔ ہم تو بطور مہمان ان کے پاس گئے تھے ۔ پس ہم ان کی عزت کی جگہ پر جو کہ کرسی صدارت جلسہ تھی ۔ بغیر ان کی اجازت کے بمطابق ارشاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہیں بیٹھ سکتے تھے ۔ اگر کوئی کہے ۔ کہ ان کی طرف سے تو آپ کو اجازت دی گئی تھی ۔ تو وہ رضامندی کو نہیں تھی ۔ بلکہ بادل ناخواستہ تھی ۔ کیونکہ لالہ کانشی رام کرسی صدارت سے ناراض ہو کر علیحدہ ہوئے تھے نہ خوشی سے ۔ اور ہمیں صدر بنا کر امن وغیرہ کے تمام ذمہ واری ہم پر ڈالنا چاہتے تھے ؛

دوسری وجہ یہ کہ یہی بات پر ہم زور دیتے تھے کہ جو بھی صدر ہو ۔ وہ شرائط کو ملحوظ رکھکر صدارت کرے ۔ تو ہم ان کی اس اجازت پر " کہ آپ اپنے میں سے جس کو صدر تجویز کریں ۔ بغیر کسی چون و چرا کے خواہ وہ شرائط کے مطابق فیصلہ دے یا خلاف ہم اس کے فیصلہ کو تسلیم کرینگے ۔ کس طرح اپنے میں سے تجویز کر سکتے تھے ۔ اگر کرتے تو دوسرے لفظوں میں یہ سمجھا جاتا ۔ کہ ہم نے خود شرائط کو توڑا ۔ مگر ہم نے ان پر حجت پامال کیا ۔ آخر جب لوگوں نے دیکھا کہ مباحثہ تو شروع ہونے میں نہیں آتا ۔ اور آریہ سماج شرائط پہ آتے نہیں ۔ اور وہ اس وقت شرائط تحریر کردہ کو دور سے سلام کہہ رہے ہیں ۔ تو پبلک بہت مشوش ہوئی ۔ اور ایسا شور پیدا ہوا ۔ تو ہماری طرف سے کہا گیا ۔ کہ

" اگر آریہ سماج میں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے ۔ کہ وہ شرائط کے مطابق صدارت کر سکے ۔ تو ہم اپنے حقوق بھی انہیں دیتے ہیں ۔ اس لئے جس کو چاہیں صدر بنا لیں ۔ ہم اس کی بات مانینگے ۔ اور مباحثہ شروع ہو "

اس پر پھر انہوں نے لالہ کانشی رام کو صدر بنایا صدر بننے کے بعد انہوں نے کہا ۔ چونکہ وقت بہت گذر گیا ہے ۔ اس لئے وقت کو کم کرتا ہوں ۔ ۵۰ منٹ کی تقریر کے بجائے ۳۰ منٹ کی اور ۱۰ منٹ کی بجائے ۱۵ منٹ کی اور تیسری ۱۰ منٹ کی تقریر ہو اس پر مباحثہ شروع ہوا ؛

اب ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں ۔ کہ پہلے وقت ضائع کرنے کی بنیاد کس کی طرف سے پڑی اور کس کی طرف سے تنازعہ کا آغاز ہوا ۔ اور کس نے وقت کم کیا ۔ اور کس نے شرائط کو توڑا ۔ پھر کس نے ان کی ہر ایک بات تسلیم کیا ۔ اور کس نے چاہا کہ جیسے ہو سکے مباحثہ ہونا چاہئے ۔ مگر پرکاش نے تو شہور شش ؛ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کو سچ کر دکھایا ؛

پرکاش کی نکتہ چینیوں کا جواب | بعض نکتہ چینیاں

معصر پرکاش نے

بھی کی ہیں۔ مثلاً لکھتا ہے:۔

"احمدی مناظر ہندی زبان تک ایسی غلط پڑھتا تھا۔ کہ حاضرین حیران تھے۔ کہ اسے وید پر مباحثہ کرنے کی جرأت کیسے ہوتی ہے"

اوّل۔ تو آریہ مناظر سے یہ نہ ہو سکا۔ کہ کوئی غلطی نکالے۔ یہ تو محض بعد میں آپ کے منہ کی باتیں ہوئیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ مگر میں اتنا ضرور کہونگا۔ کہ احمدی مناظر ہندی اور سنسکرت سے بہ نسبت پنڈت دیانند کے عربی جاننے کے بہت زیادہ واقف تھا۔ اگر پنڈت دیانند سملاس قرآن مجید پر اعتراض کرنے کا لکھ سکتا ہے۔ تو احمدی مناظرہ ضرور کر سکتا ہے۔

اور آریہ مناظر کی قابلیت کا آپنے کچھ اظہار نہیں کیا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ کہ وہ ایک آیت بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا۔ یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ کو جب بھی وہ پڑھتا رہا۔ یَوْمَ یَکْشِفُ عَنْ سَاقِ ہی پڑھتا رہا۔ اگر آپ کا مناظر بغیر اعراب عربی کی تین سطریں بھی صحیح پڑھدے۔ تو میں ایک سو بیس روپے انعام دینے کے لئے تیار ہوں۔

پھر پبلک اس بات پر حیران تھی۔ کہ آریہ مناظر جن باتوں کی تردید کرتا ہے۔ اور گرائمر کے خلاف قرار دیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ یہ گرائمر نہ جاننے کیوجہ ہے۔ وہی ترجمہ احمدی مناظر پنڈت دیانند صاحب کی کتاب سے دکھا دیتا ہے۔ جس پر پھر آریہ مناظر کو شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ یہ بات آریہ مناظر کے پنڈت دیانند کی کتابوں سے ناواقف اور احمدی کے آریہ کی کتابوں سے واقف ہونے کا کافی ثبوت ہے۔ تیسرے جب ویدوں کے ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ ان کا مقابلہ کرنے میں کونسی مشکل ہوئی۔ پھر لکھتا ہے:۔

"اور احمدی مناظر کے اصل اعتراضات وید کے کسی عملی نکات پر مبنی نہیں تھے۔ محض ادھر ادھر کی باتوں میں وقت ٹالدیا گیا تھا"

معلوم ہوتا ہے۔ پرکاش کے نزدیک یجر وید تو ویدوں میں شامل نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے بہت سے منتر پڑھے گئے تھے۔ اتنا صریح کذب بولنے سے بھی پرکاش نے پرہیز نہیں کیا ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسے خدا کا خوف نہیں ہے۔ کہ آخر خدا کے روبرو حساب دینا ہے۔ ہاں جب کہ وہ روح و مادہ کو ابدی خدا تعالےٰ کی طرح واجب الوجود مان کر خدا تعالےٰ کو اپنی خدائی کے اظہار کرنے میں ان کی طرف محتاج ثابت کرتے ہیں۔ تو وہ خدا سے کیوں خوف کریں۔

احمدی مناظر کی طرف سے کھلا چیلنج

مثل مشہور ہے۔ "ہاتھ کنگن کو آرسی کیا"۔ اگر پرکاش کو یا آریہ مناظر یا اس کے نامہ نگار کو اس بات کا خیال ہو۔ کہ ہمارے اعتراض کمزور تھے۔ اور آریہ مناظر نے ان کے معقول جواب دیئے تھے۔ جن پر ہم کوئی جرح نہیں کر سکے۔ تو وہ کم از کم ہمارے پانچ اعتراضوں کو جن کو وہ کمزور خیال کرتا ہو۔ لکھے۔ اور ساتھ ہی آریہ مناظر نے جو اس کا جواب دیا ہو تحریر کرے۔ پھر ہم بھی اپنی جرح کو جو اس کے جوابوں پر کی گئی تھی لکھیں گے۔ اس طرح یہ فائدہ ہو گا۔ کہ فریقین کی باتیں تحریر میں آکر محفوظ ہو جائینگی۔ اور کسی کو انکار کی گنجائش نہیں رہیگی اور پبلک کو بھی صدق و کذب معلوم ہو جائیگا۔ پس اگر آپ میں صداقت ہے یا طاقت ہے۔ تو آؤ۔ اور مرد میدان بن کر مقابلہ کیجئے۔ کہ ؎

ہر کہ با فولاد بازو پنجہ گرد ساعد سیمین خود را رنجہ کرد ...

(جلال الدین شمس مولوی فاضل [illegible])